Algorithm of ALLAH

اللہ کا الگورتھم

by Ali Saeed

Are you really ready to understand your destiny?

Chapter 2

ابتدائیہ

کبھی ہم نے غور کیا ہے کہ ہماری زندگی میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ کیوں ہو رہا ہے؟

کیا واقعی سب کچھ ایک اتفاق ہے؟ یا اس کے پیچھے کوئی غیر مرئی نظام کام کر رہا ہے؟

حقیقت کی تلاش

انسان ہمیشہ سے حقیقت کی تلاش میں سرگرداں رہا ہے۔ کچھ لوگ سائنس کی طرف مائل ہو گئے، کچھ فلسفے میں کھو گئے، اور کچھ نے مذہب کی روشنی میں حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی

اللہ کا نظام ایک الگورتھم کی مانند ہے، جو ہماری نیت، ہمارے اعمال اور ہماری دعاؤں کے مطابق زندگی کے فیصلے ترتیب دیتا ہے۔ جب ہم دعا مانگتے ہیں، تو اللہ فوراً ہماری دعا کو سنتا ہے اور اسی لمحے ہماری زندگی میں ایک تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ الگورتھم کام کرنا شروع کر دیتا ہے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ ہم اسے پہچان نہیں پاتے

ہماری دعائیں سنی جاتی ہیں، ہمارے الفاظ ریکارڈ ہوتے ہیں، ہمارے اعمال ہمارے ہی خلاف یا

ہمارے ہی حق میں گواہی دیتے ہیں۔ یہ کتاب ہمیں اس حقیقت سے روشناس کرائے گی کہ

ہمارے ہر سوال کا جواب موجود ہے، بس ہمیں سننے، سمجھنے اور تسلیم کرنے کی ضرورت ہے

اللہ کا الگورتھم بمقابلہ انسان کا الگورتھم

ہم سب آج کے دور میں **الگورتھم** کو سمجھتے ہیں۔ موبائل پر جو کچھ ہم تلاش کرتے ہیں، جو کچھ ہم بولتے ہیں، وہ سسٹم میں محفوظ ہو جاتا ہے اور پھر ہمیں ویسے ہی اشتہارات اور ویڈیوز دکھائی جاتی ہیں۔

یعنی ایک **مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence)**

ہمارے افعال کو ریکارڈ کرتی ہے اور ہمیں اسی کے مطابق نتائج دیتی ہے۔

لیکن غور کریں، اگر انسان ایک مشین کے الگورتھم کو سمجھ سکتا ہے تو کیا اللہ کا ایک الگورتھم نہیں ہو سکتا؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ جو کچھ ہم سوچتے ہیں، جو کچھ ہم کہتے ہیں، جو کچھ ہم چاہتے ہیں، وہ اللہ کے نظام میں محفوظ ہو اور پھر اسی کے مطابق ہماری زندگی میں حالات تشکیل پائیں؟

جس طرح ایک سافٹ ویئر میں کوڈنگ ہوتی ہے، اسی طرح ہر انسان کے جسم میں ایک خودکار کوڈنگ سسٹم موجود ہے، جسے ڈی این اے کہتے ہیں۔ یہ ہماری پیدائش سے پہلے ہی طے کر دیتا ہے کہ ہماری جسمانی ساخت کیسی ہوگی، بالوں کا رنگ، آنکھوں کی بناوٹ اور قد کتنا ہوگا۔

ڈی این اے کو 1953 میں جیمز واٹسن اور فرانسس کرک نے دریافت کیا تھا، جو برطانیہ کی کیمبرج یونیورسٹی میں تحقیق کر رہے تھے۔ ان کی اس دریافت نے حیاتیاتی سائنس میں ایک ،انقلابی پیش رفت کی اور یہ ثابت کیا کہ ہر جاندار کے اندر ایک مخصوص کوڈ موجود ہوتا ہے جو اس کی تمام جسمانی خصوصیات کو کنٹرول کرتا ہے۔

:اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(سورۃ فصلت :53)

،ہم انہیں اپنی نشانیاں کائنات میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس (وجود)میں بھی" یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہ)قرآن حق ہے۔ اور کیا یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب ہر چیز "کا گواہ ہے؟

یہ آیت انسان کے لیے غور و فکر کا دروازہ کھولتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی نشانیاں ہمیں **کائنات میں بھی دکھائیں گے اور ہمارے اپنے وجود میں بھی**۔ اگر ہم اپنی تخلیق پر غور کریں تو ہمیں بے شمار ایسے شواہد ملتے ہیں جو اللہ کی قدرت اور اس کے کامل نظام کو ثابت کرتے ہیں۔

آج سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ **ہر انسان کے خلیوں میں ایک مکمل کوڈ موجود ہے، جو اس کی شکل جسمانی نظام، اور رویے تک کو کنٹرول کرتا ہے۔** ڈی این اے کسی بھی جاندار کی **زندگی کی لکھی ہوئی** کتاب ہے، جس میں وہ تمام ہدایات محفوظ ہیں جو اس کے پورے جسمانی نظام کو چلاتی ہیں۔

یہ پہلے سے لکھا ہوا ایک مکمل سافٹ ویئر ہے، جو ہمارے جسمانی نظام کو چلاتا ہے۔

یہی تقدیر کا مفہوم ہے !جیسے کمپیوٹر کے پروگرام کو اپڈیٹ کیا جا سکتا ہے، ویسے ہی تقدیر میں دعا، نیک اعمال اور خلوص کے ذریعے بہتری لائی جا سکتی ہے۔

:اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(سورہ غافر :60)

"اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"

یعنی جب ہم خلوص دل سے دعا مانگتے ہیں، تو اللہ اسے فوراً سنتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ وہ تاخیر کرتے ہیں، بلکہ اس کے بعد ہماری زندگی میں حالات اور مواقع تبدیل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص اللہ سے اچھی نوکری کی دعا کرتا ہے تو اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟

زندگی میں کچھ تبدیلیاں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔

مثلاً 1

کوئی شخص آپ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے" :مجھے نوکری کی ضرورت ہے، کیا تم میری مدد کر سکتے ہو؟

یہاں امتحان شروع ہوتا ہے۔ عام طور پر، ہم یہ کہہ دیتے ہیں" :میں خود پریشان ہوں، میں کیسے مدد کر سکتا ہوں؟ یا "ہم اکثر مدد کرنا چاہتے بھی ہیں ، پھر بھی رک جاتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نفس کی سرگوشیاں—کبھی تھکن، کبھی ذاتی مفاد، کبھی خوف، کبھی دنیاوی فکریں—ہمیں یا تو روک دیتی ہیں یا ہمیں بھلا دیتی ہیں کہ کسی کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ کے نظام کی ترتیب ٹوٹنے لگتی ہے، کیونکہ ہم دل سے مدد کرنا چاہتے ہوئے بھی اپنے نفس کی ان آوازوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔

مثلاً 2

اسی طرح، جب ہم اللہ سے دولت کی دعا کرتے ہیں، تو اللہ کا نظام یہ ہے کہ وہ ہمیں براہِ راست دولت نہیں دیتا بلکہ ایسے مواقع پیدا کرتا ہے جو ہماری دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

مثال کے طور پر!، اگر ہم روز دعا کرتے ہیں :**"یا اللہ !مجھے رزق میں برکت اور کشادگی عطا فرما"** اور کچھ دن بعد کوئی حاجت مند ہم سے مالی مدد مانگتا ہے، تو یہ درحقیقت ایک موقع ہوتا ہے جو اللہ ہمیں عطا کرتا ہے تاکہ ہماری دعا کی قبولیت کی راہ ہموار ہو۔ لیکن ہمارا نفس فوراً بہانے تراشنا شروع کر دیتا ہے—**"میرے پاس خود کچھ نہیں"**!، **"ابھی حالات سازگار نہیں"**!، یا **"جب میرے پاس زیادہ ہوگا، تب میں کسی اور کی مدد کروں گا"!**

یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جہاں ہم اللہ کے دیے گئے موقع کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ہمیں اپنی حیثیت کے مطابق مدد کرنی چاہیے، چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جو ہماری اپنی مشکلات کو آسان کر سکتا ہے۔ لیکن ہمارا نفس ہمیں مختلف وسوسوں میں ڈال کر اس راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے—کبھی ذاتی ضروریات کی فکر، کبھی مستقبل کا خوف، کبھی دوسروں کی نیت پر شک، اور کبھی صرف سستی۔

اللہ کا نظام یہی ہے کہ جب ہم کسی اور کی مدد کرتے ہیں، تو ہمارے لیے مدد کے دروازے کھلتے ہیں۔ لیکن جب ہم ان مواقع کو ضائع کر دیتے ہیں، تو ہم درحقیقت اپنی ہی دعاؤں کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور پھر حیران ہوتے ہیں کہ ہماری دعائیں پوری کیوں نہیں ہو رہیں۔

مثلاً 3

ہم اکثر اللہ سے کچھ مانگتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہماری دعا کا جواب کسی آزمائش کی صورت میں آتا ہے۔ کوئی ایسا شخص ہماری زندگی میں آ جاتا ہے، جس کی مدد کرنا ہمارے لیے ضروری ہو جاتا ہے—چاہے وہ پیسوں سے ہو، وقت سے ہو یا جذبات سے۔ ہم قربانی دیتے ہیں، مدد کرتے ہیں، اپنا وقت اور پیسہ خرچ کرتے ہیں، لیکن پھر بھی دل مطمئن نہیں ہوتا۔

یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب شیطان ہمیں بہکاتا ہے

"!شاید تمہیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا، تم سے غلطی ہوگئی

تم نے مدد کی، لیکن بدلے میں کیا ملا؟

اور ہم اس کے جال میں آ کر افسوس کرنے لگتے ہیں، دل میں بوجھ محسوس کرتے ہیں، اور مایوسی میں پڑ جاتے ہیں۔

پھر اگلا وار ہوتا ہے۔

ہم غصے میں آ کر اسی شخص کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں جس کی ہم نے مدد کی تھی۔ ہمیں لگنے لگتا ہے کہ وہ شخص احسان فراموش تھا، یا وہ اس قابل ہی نہیں تھا کہ ہم اس پر وقت ،اور پیسہ خرچ کرتے۔ ہم شکایتیں کرتے ہیں، بدگمان ہو جاتے ہیں

!یہ سب شیطان کے وسوسے ہوتے ہیں

،حالانکہ جس پر ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا، ہم الٹا شکوے شکایتیں کرنے لگتے ہیں
اپنی ہی نیکی کو ضائع کر دیتے ہیں۔

اصل بات کیا ہے؟

اللہ کے نظام میں کوئی غلطی نہیں۔ اگر ہماری دعا کا جواب قربانی کی صورت میں آیا ہے، تو اس میں ہمارے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اللہ ہمیں ان لوگوں کی مدد کے ذریعے آزما رہا ہوتا ہے کہ کیا ہم واقعی بھروسہ رکھتے ہیں، یا صرف زبان سے دعوے کرتے ہیں؟

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کے راستے میں دی گئی کوئی بھی چیز ضائع نہیں جاتی، بس شرط یہ ہے کہ ہم شیطان کے وسوسوں کو رد کریں اور اللہ کے **فیصلے پر راضی رہیں۔**

آج کا مسلمان

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک ملحد (ایتھیئسٹ)اللہ کو نہیں مانتا، لیکن سائنس اور قوانینِ فطرت پر یقین رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بیج بویا جائے گا تو پودا نکلے گا، محنت کی جائے گی تو نتیجہ حاصل ہوگا

لیکن آج کا مسلمان...؟

نہ تو مکمل طور پر اللہ پر یقین رکھتا ہے اور نہ ہی اس کے نظام کو پوری طرح مانتا ہے۔ وہ صرف زبانی کلامی کہتا ہے کہ **"ہاں، ہاں !ہم جو بوئیں گے، وہی کاٹیں گے۔"** لیکن اگر واقعی کوئی اس بات پر یقین رکھتا ہو، تو کیا وہ کسی کے ساتھ ناانصافی کرے گا؟ کیا وہ کسی کا حق مارے گا؟ کیا وہ دوسروں کے ساتھ دھوکہ کرے گا؟

بات دراصل یہی ہے کہ ہمارا ایمان نہ اللہ پر مکمل ہے اور نہ ہی اس کے بنائے ہوئے نظامِ قدرت پر۔ ہم صرف اپنے الفاظ سے دعویٰ کرتے ہیں، مگر عمل میں شیطان کے وسوسوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم خود اپنی ہی دعاؤں کی قبولیت کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور پھر شکایت کرتے ہیں کہ ہماری مشکلات ختم کیوں نہیں ہو رہیں۔

ہم مدد کر کے بھی شکایت کرتے ہیں!

ہم محنت کر کے بھی اداس رہتے ہیں!

ہم نیک عمل کر کے بھی بدگمان ہو جاتے ہیں!

یہی وہ **شیطانی جال** ہے، جو ہمارے ہر اچھے عمل کو **ضائع** کر دیتا ہے۔

آخری فیصلہ انسان کے ہاتھ میں ہے

یا تو وہ اللہ کے نظام اور اس کے **الگورتھم** کو سمجھے، اس پر **بھروسہ کرے** اور اللہ کی رضا میں راضی ہو کر **مطمئن زندگی گزارے**

یا پھر وہ **وسوسوں میں الجھا رہے، ہر حال میں شک کرے، اور آخرکار بے سکونی کی زندگی گزارے۔**

فیصلہ یہی ہے کہ انسان کو دیکھنا ہے کہ وہ کون سا راستہ چنتا ہے—

یقین کا، یا شک کا!

دوسرا حصہ مکمل ہوا

اب تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے